جزئيات مسلم

(التعليم)

تحصال حامد

اللہ اکبر

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

[illegible]

قوم زندہ باد

شریعت زندہ باد

اسلام زندہ باد

ہندوستان زندہ باد — انقلاب زندہ باد

محمدؐ کے جھنڈے کے سائے کے نیچے — فلک کے ستارے ہوئے سر جھکاؤ

جذبات مسلم
عرف
غلاموں کی عید

پبلشر

عثمان حامد۔ کوئیٹہ والا۔ سابق کپتان

خلافت والنٹیر کور کراچی۔

سنہ ۱۹۳۰ء — قیمت ۲ آنہ

عزت خان مدد خان منیجر الیکٹرک لیتھو اینڈ ٹائپ پرنٹنگ پریس۔

اولڈ جیل روڈ کراچی میں چھپایا

CHUGHTAI PUBLIC LIBRARY
ACC. NO. 006310
DATE: 21/2/18
LAHORE
954.035
U86J
1930

عثمان حامد کوئیٹہ والا

کیا لطف دے غلام کو رنج و محن میں عید — کس کام کی غلام یہ تیرے وطن کی عید

آزاد ہو جو دیس تو ہم پھر بتائیں — پُرلطف کیسی ہوتی ہے اپنے وطن کی عید

عثماں عید کی خوشی بھارت میں اب کہاں

کڑھتا ہوں یاد کرکے غلامِ وطن کی عید

غلاموں کی عید

تیس دن تک روح کی صفائی و پاکیزگی میں مشغول رہنے اور نفسانی و مادی خواہشوں کو مغلوب رکھنے کا نام ماہ رمضان ہے۔ اس خدمت کے بخیر و خوبی انجام پاجانیکے بعد ہر بستی کے تمام فرمانبردار بندے اکٹھے ہوکر اپنے سچے معبود کے آگے سجدۂ شکر کیلئے سر جھکاتے ہیں کہ اسکے لطف و کرم نے انہیں روح کی ترقی و بلندی کا یہ سیدھا اور آسان راستہ دکھایا اور اسکی توفیق نے انہیں اس راہ سعادت پر چلایا۔ جس روز یہ شکریہ ادا کیا جاتا ہے اسکو یوم عید کہتے ہیں۔

اسلام نے ادائے شکر کے دو ہی طریقے بتائے ہیں۔ اور تقریب عید ان دونوں کی جامع ہے۔ ایک یہ کہ براہ راست خالق بے نیاز کی تسبیح و تہلیل کیجائے۔ یہ مقصد نماز عید سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیکس و محتاج مخلوق خدا کی دستگیری کیجائے۔ اس غرض کو پورا کرنیکے لئے صدقۂ فطر ہے۔ جو ہر صورت میں نماز عید سے پیشتر۔ بلکہ ممکن ہو تو ہلال عید دیکھنے کے بعد ہی ادا ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ اس خوشی کے دن بستی کا غریب سے غریب مسلمان بھی بھوکا اور بے رزق نہ رہنے پائے۔ یہ محض قیاس نہیں احادیث نبوی سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ جو لوگ بعد نماز صدقہ ادا کرتے ہیں وہ صدقۂ فطر نہیں ہوتا۔

عید اسکا نام نہیں کہ قرض لیکر یا ضروری مصارف کو روک کر بڑی بڑی قیمتی پوشاکیں پہنی جائیں اور دودھ و سویوں پر بہت سا روپیہ خرچ کردیا جائے۔ اسلام اسراف کو کسی حال میں روا نہیں رکھتا۔ بلکہ عید کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے ماہ رمضان خدا کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق گزر چکا ہو پھر اس روز بستی کا کوئی مسلمان ننگا یا بھوکا نہ رہنے پائے۔ اور سب کے سب الگ الگ یا متفرق مسجدوں میں نہیں جیسا کہ اسوقت بدقسمتی سے عام دستور ہوگیا ہے۔ بلکہ اکٹھا ہوکر عیدگاہ میں اپنے ان دیکھے [illegible] سجدہ گزین ہوں۔ خدائے قادر و توانا کو جسقدر اپنے بندوں میں خاکساری کے بعد مساوات کا منظر پسند ہے شاید اتنا

کوئی اور منظر نہیں۔ اسلئے نماز باجماعت کی تاکید بڑی کثرت و تاکید شدید کیساتھ وارد ہوئی ہے۔ عید کے دن جو نعمت الٰہی کے ادائے شکر کا مخصوص دن ہے اسکا خاص اہتمام بلکہ التزام ہونا چاہیئے کہ بستی کے بڑے اور چھوٹے امیر اور غریب عالم و جاہل حاکم اور رعایا سب کے سب ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر ایک ہی طریق سے اپنے اکیلے خالق کی حمد و ثناء شکر و ستائش دعا و نیاز میں سرگرم و مصروف نظر آئیں۔

جن لوگوں نے بلا عذر معقول سرے سے روزے ہی نہیں رکھے۔ یا اسطرح رکھے کہ شرائط صوم کو قابل توجہ نہ سمجھا سو یہ لوگ کس شئے کی بابت ادائے شکر کرینگے۔ ان کے دل کس نعمت کی مسرت اور اسکی شکرگذاری کے جذبات سے لبریز ہونگے۔ یہ لوگ اگر تقریب عید میں شریک ہونگے بھی تو ان کی شرکت ریاکاروں کی شرکت ہوگی۔ اور معلوم ہے کہ خدائے اسلام کے دربار میں ریاکاروں کی ذرہ بھر بھی قدر نہیں۔ عید کی مسرت صرف روزہ داروں اور ماہ صیام کا احترام رکھنے والوں کیلئے مخصوص ہے۔ مسلمان جب تک زندہ تھے ان کی عیدیں بھی اسی طرح کی ہوتی تھیں۔

لیکن مسلمانوں کی عید کامیاب اور خوش نصیبوں کی عید نہیں۔ محروموں اور بدنصیبوں کی آزادوں کی نہیں غلاموں کی۔ زندوں کی نہیں مردوں کی عید ہے۔ وہ قوم جو دین و دنیا دونوں میں کامیابی و مقصدوری کیلئے وجود میں آئی تھی۔ آج خود ہر طرف سے محرومی و درماندگی کا شکار ہے۔ وہ اُمت جس کا کام غلاموں کو آزاد کرانا تھا۔ آج خود غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ وہ ملت جو مردوں میں روح حیات پھونکنے آئی تھی آج خود اسپر مُردنی چھا رہی ہے۔

آج ہندوستان کے مسلمان جب عید کے روز تبدیل لباس کرتے ہیں تو جدید لباس انکی غلامی کے نقش کو اور زیادہ نمایاں کرتا ہے۔ جو لباس انکے جسم پر ہوتا ہے۔ اسکا ایک ایک تار اس ملک سے تیار ہو کر آیا ہے۔ جو یہی نہیں کہ مسلمانوں سے بیگانگی رکھتا ہے۔ بلکہ ان پر غاصبانہ حکومت بھی

کر رہا ہے۔ اس پارچہ لباس کی تیاری کی اُجرت مع نفع اس قوم کے قبضہ میں جاتی ہے جس کی ساری زندگی احکام خدا و شریعت رسول کیخلاف ایک مسلسل بغاوت ہے۔ ہم نے پہلے اپنی شریعت کو ٹھکرایا۔ اپنے خدا کو بھلایا۔ اپنے قرآن کو چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری قوت ہمارے اقبال اور ہماری غیرت و حمیت نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور آج ہم اپنی تن پوشی تک کیلئے ایک بیگانہ و غاصب حکومت کے محتاج و دست نگر ہو گئے۔ پھر غلامی بھی ایک نہیں ہر قسم اور ہر درجہ کی غلامی ہم پر مسلط ہو گئی۔ ہم نے پہلے اپنے نفس کی غلامی اختیار کی پھر اپنے امراو اغنیائے اپنے بڑوں و سرداروں کی جھوٹے علماء و مشائخ و صوفیوں کی۔ اپنے رسم و رواج کی اپنے بنائے ہوئے قانون و آئین کی اپنی حرص و ہوس کی اپنی شہرت طلبی و جاہ پسندی کی غرض ایک خدا کی غلامی کو ترک کر کے اپنی گردن میں بے شمار غلامیوں کے طوق پر طوق ڈالتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اب ان کے بار سے چند قدم بھی حرکت کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ کیا اس ادبار زدہ غلام قوم کو عید کی خوشی منانے کا کوئی حق ہے۔ کیا ایسے غلاموں کے دلوں میں صبح عید مسرّت کے جذبات پیدا کر سکتی ہے۔

معلوم ہے کہ عید نماز کیلئے اذان نہیں ہوتی۔ وجہ کھلی اور صاف ظاہر ہے۔ اذان مسجد میں حاضری کیلئے پکار ہے جو سچے اور مخلص مسلمان ایک پورا مہینہ تقویٰ و طاعت میں بسر کر چکے ہیں۔ جو اس ماہ مبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے نصیب ور ہو چکے ہیں جنہوں نے بہت سی راتیں کسی کی یاد میں جاگ کر صبح کی ہیں۔ انکے دل عید کی صبح کو قدرتاً مسرت و شکر گذاری کے جذبات سے اسقدر لبریز ہونگے کہ نہ انہیں کسی پکار کی ضرورت ہوگی نہ کسی بلانے والیکی آواز کا انتظار رہیگا۔ وہ فریضۂ فجر ادا کرنے کے بعد از خود سجدۂ شکر ادا کرنے کے لئے بیتاب ہونگے۔ اور خانۂ خدا کی حاضری کے

اہتمام غسل وغیرہ میں وہ صبح سے از خود مصروف ہونگے۔ انکو اس کی دعوت دینا بالکل غیر ضروری ہے۔

آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو عید کے دن رسماً گلے مل لیتے ہیں۔ لیکن ان کے دل ایکدوسرے سے نہیں ملتے۔ جوں کے توں بیگانہ بنے رہتے ہیں۔ کیا ان سینوں میں مسرّت کے سانسوں کا گزر ہو سکتا ہے۔؟ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو عید کی صبح کو نیا لباس ہنس ہنس کر زیب تن کر لیتے ہیں۔ اور انکا دل اپنی غلامی اپنی محتاجی اور اپنی بے بسی پر ایک آنسو نہیں گراتا۔ کیا جو طبیعتیں اسقدر مسخ ہو چکی ہیں وہ عید کی برکتوں کی حقدار ہو سکتی ہیں۔ اور پھر آج کتنے مسلمان ہر بستی خصوصاً شہری آبادی میں ایسے موجود ہیں۔ جو عید گاہ میں جانے اور عام مسلمانوں کے ہم پہلو کھڑے ہونے میں اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ بیرسٹروں کا طبقہ۔ اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کا طبقہ۔ اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ۔ اس قسم کے طبقات کے افراد کس قدر قلیل تعداد میں عید گاہ میں اپنی حاضری ضروری خیال کرتے ہیں؟ یہاں حاضری دینے والا عموماً وہی طبقہ ہوتا ہے جو پیادہ پائی کے ساتھ یہ ساری مسافت طے کرتا ہے۔ کچھ لوگ تانگہ وگاڑی کے سوار ہونیوالے ہوتے ہیں۔ سب سے کم تعداد میں اعلیٰ موٹروں کے مالک ہوتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی سرکاری دعوت، پارٹی دربار یا کوئی نیم سرکاری تقریب منعقد ہوتی ہے تو مسلمان مالکان موٹر کی کس قدر فراوانی ہوتی ہے۔ جس قوم میں خدا کی غلامی سے بھاگنے والوں اور اپنے ہم جنسوں کی غلامی میں پھنسے رہنے والوں کی تعداد بکثرت ہو تو کیا ایسے [illegible]نذی سے کوئی واسطہ رہ سکتا ہے؟ عید خدا کے غلاموں کیلئے ہے۔ بندوں کے غلاموں کیلئے نہیں۔

مُسلمانو آج روز عید ہے۔ اپنے خالق حقیقی کے دربار میں سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد رو کر گڑگڑا کر اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگو۔ اور سچے دل سے اس واحد القہار کے غلام بنجاؤ۔ نیز خوف غیر اللہ کو دل سے نکال کر خدمت اسلام کیلئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ اور اپنے آپکو تیار کرو۔ اور خوب اچھی طرح سے اس بات پر غور کرو کہ دنیا میں انسان کیلئے سب سے زیادہ قطعی اور یقینی شئے کیا ہے؟ کیا درازی عمر۔ کیا خوبی صحت، کیا مال و دولت۔ کیا عزّ و جاہ، کیا کثرت اولاد و احباب، ان میں سے یا اس قسم کی کسی شئے کا حاصل ہونا۔ کسی انسان کے لئے بھی قطعی اور یقینی کہا جاسکتا ہے۔ ذرا بھی غور کیجئے تو آپکا دل خود ہی یہ جواب دیگا، کہ یہ تمام چیزیں محض احتمالی ہیں۔ یعنی انتہائی تدبیر و کوشش کے بعد بھی ممکن ہے ملیں اور ممکن ہے کہ نہ ملیں۔ یقینی کسی صورت میں نہیں کہی جاسکتیں۔ انسان کے لئے واقعات دنیا میں یقینی شئے ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ موت ہے۔ ہر انسان کو خواہ وہ بچہ ہو یا جوان۔ عورت ہو یا مرد۔ عالم ہو یا جاہل۔ بادشاہ ہفت اقلیم ہو یا گدائے بے نوا۔ پہلوان ہو یا ناتوان۔ ولی کامل ہو یا کافر۔ جس واقعہ کے پیش آئے بغیر چارہ نہیں وہ موت اور صرف موت ہے۔

پھر کیا آپ کے نزدیک موت محض اس کا نام ہے کہ سانس کی آمد و رفت رُک جائے حرکتِ قلب بند ہو جائے۔ اور خون کی گردش تھم جائے۔ اگر آپ موت کے معنے صرف اتنی قدر سمجھتے ہیں۔ تو آپ سے اس صحبت میں گفتگو کرنا مقصود نہیں لیکن اگر آپ موت کے یہ معنے لیتے ہیں کہ وہ ایک آیندہ اور نہ ختم ہونیوالی زندگی کا مقدمہ ہے اور آپ کو ایک دوسرے عالم کی طرف جو اس عالم مادی سے کہیں زائد وسیع ہے

بچانے کا دروازہ ہے - تو کیا آپ کے خیال میں اس دوسرے عالم کے متعلق تیاریاں کرنا مناسب اور ضروری نہیں ۔ اُس نئی اور قائم رہنے والی دنیا میں امن اور چین سے رہنے کی بابت قران پاک میں بیشمار ہدایتیں موجود ہیں اور ان ہدایتوں پر عمل کرنا مسلمانوں کا دین و ایمان ہے ۔

فلسفۂ موت سمجھ لینے کے بعد مسلمانوں کو ساردا ایکٹ سے مستثنیٰ کرانے اور مداخلت فی الدین کا دروازہ بند کرانے کے لئے حکومت سے مسلمانوں کی جو جنگ ہونیوالی ہے ۔ جس کی تیاری تمام ہندوستان میں ہو رہی ہے ۔ مسلمانانِ کراچی نے اس کے متعلق کس قدر تیاری کی ہے ۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ ہندوستان کی غیر مسلم قومیں ان کے مذہبی حقوق کی حمایت کے لئے تیار ہیں ۔ نہ حکومت ان کی حفاظت پر آمادہ ہے ۔ انہیں کسی سے امید فلاح نہ رکھنی چاہیئے ۔ اور خود اپنے اندر اتنی طاقت و تنظیم پیدا کرنی چاہیئے ۔ کہ مخالف کو ان کی بات مانے بغیر کوئی چارہ نہ رہے ۔

خادمان خلافت سرفروش اور مخلص مجاہدین قوم کی خدمت میں دردمندانہ استدعا کرتے ہیں ۔ کہ وہ اس معاملے میں اپنی گرانقدر مساعی کو جاری رکھیں ۔ مسلمان مردہ نہیں ہیں ۔ ان کی رگوں میں تازہ خون اب تک دوڑ رہا ہے وہ اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے لئے جانیں تک قربان کرنے کو تیار ہیں اور وہ عنقریب اپنے مخالفین کو بتا دینگے ۔ کہ مسلمان توحید باری تعالیٰ و شریعت محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خاطر اپنی جان اور اپنے مال کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا ۔

اس لئے مُسلمانانِ کراچی کا فرض ہے کہ وہ خلافت کمیٹی کے دفتر میں جاکر اپنی خدمات بطور رضا کار کے پیش کریں۔ تاکہ رضا کاروں کے جتھے قائم کئے جائیں۔ نیز تمام فرقے و جماعتیں متحد ہو کر نہایت عزیمت کے ساتھ یہ اعلان کریں کہ جمعیت علمائے ہند کی مجلس تحفظ ناموس شریعت اس قانون کو منسوخ کرانے اور حکومت سے ایک مستحکم اصول تسلیم کرانے کے لئے جس قسم کی قربانی کا حکم دیگی۔ ہم سب دل و جان سے اسپر عمل کرینگے، اور سول نافرمانی کا جو پروگرام مرکزی مجلس تحفظ ناموس شریعت ہمارے سامنے پیش کریگی۔ اور عمل کرنیکا حکم دیگی۔ توہم نہایت خوشی کیساتھ اسپر عمل کریں گے۔

اب اللہ تعالیٰ سے ہماری دُعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو عزیمت پر قائم رکھے اور اس راہ میں جتنی مشکلات پیش آئیں ان سب کو حل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ و جل مجدہٗ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس نیک مقصد میں کامیاب فرمائیگا۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور اسکے سچے بندے ہیں اور اسکے اصلی پرستار و نام لیوا ہیں۔ اے باری عزاسمہ تو اپنے گنہگار بندوں کے دلوں کو اس قدر مضبوط کر کہ وہ اسلام کے ناموس کی حفاظت میں ہر طرح ثابت قدم رہیں۔ تاکہ ہندوستان کی سرزمین پر دین اسلام کا جھنڈا عزت و وقار کے ساتھ ہمیشہ سر بلند رہے۔ آمین یارب العلمین۔

صدائے اسلام!

کچھ خبر ہے قوم مسلم عالم اسلام کی — تیری ہستی ہر طرف سے زد میں ہے آلام کی
بڑھتی جاتی ہے شرارت دشمن ناکام کی — ہوتی ہے توہین کیا کیا شرع کے احکام کی

بے خطا اہل ٹریپولی چڑھ گئے دار پر — فیصلہ ملک مراکش کا ہوا تلوار پر
شام غم چھائی ہوئی ہے ہند کے دیوار پر — حلقہ زن ہے زلف کفر اسلام کے رخسار پر

قبضہ اعدا میں ہے بیت المقدس آج کل — ہر کس و ناکس نظر آتے ہیں بجیس آجکل
ظلم بیجا سے نہیں چلتا ہے کچھ پیش آجکل — ہند میں مسلم نظر آتے ہیں بیکس آجکل

دشمنوں نے آکے گھیرا شرع کے احکام کو — ہیں مٹانے کے ارادے دین حق کے نام کو
سر اگر کرنا ہے مسلم دشمن اسلام کو — اور بڑھانا ہے جہاں میں دین حق کے نام کو

کر مدد اے قوم مسلم کر شریعت کی مدد — نیک کاموں میں ہمیشہ چاہیئے جد و جہد
دیکھ کیا قرآن میں فرماتا ہے رب احد — اور حدیث مصطفےٰ دیتی ہے تجھکو کیا سند

فرض ہے کرنا حفاظت تجھکو دین پاک کی — یہ وصیت ہے جناب صاحب لولاک کی
ہم نہیں پیدا ہوئے کھانے کمانے کیلئے — بلکہ ہیں اسلام کا ڈنکا بجانے کیلئے

دشمنوں سے آئے دن پرہیز کرنا چاہیئے — دوستی کا ان کی ہرگز دم نہ بھرنا چاہیئے
مرکز دیں سے قدم باہر نہ دھرنا چاہیئے — راہ حق میں مرنے سے پہلے ہی مرنا چاہیئے

دیکھنا حال بزرگان سلف کو دیکھنا — حضرت فاروق کو شاہ نجف کو دیکھنا
بو عبیدہ خالد خنجر بکف کو دیکھنا — کربلا کے نوجوان ذی شرف کو دیکھنا

سعد ابن العاص کی مانند اب سالار ہو — اور مغیرہ بن خویلد سا علمبردار ہو
فاتح اسپین طارق سا سپہ سالار ہو — ضیغم حمزہ کے جیسا آج تو جرار ہو

کھول آنکھیں اٹھو اے مسلم خدا کیواسطے
سرور کونین فخرِ انبیا کیواسطے

مرتضیٰ کیواسطے اور فاطمہ کیواسطے
مان احقر کی شہید کربلا کیواسطے

باندھ اب اپنی کمر کو امتحاں کا وقت ہے
غم تجھے کس بات کا ہے تو سکندر بخت ہے
(ایک مسلمان)

ازجناب حفیظ جالندھری

چھاپتے ہیں لوگ اخباروں میں زرداروں کا حال
کوئی سُنتا ہی نہیں افلاس کے ماروں کا حال

ڈگریاں ہیں قرقیاں ہیں بھوک ہے پھر موت ہے
دیکھ ہندوستان کے مسلم زمینداروں کا حال

جن کی جانوں پر مصیبت ہے انہوں کیلئے
ہائے ان سچے مسلمانوں کا دینداروں کا حال

موٹروں میں پھرنیوالو کیا کبھی پوچھا بھی ہے
ان غریبوں بیکسوں کا اور بیچاروں کا حال

جنکو دعوائے مسیحائی ہے وہ روپوش ہیں
موت ہی پوچھے نہ پوچھے اپنے بیماروں کا حال

یہ مجاہد آئیں گے میدان میں بالآخر کار
ایکدن کھل جائیگا اللہ کی تلواروں کا حال

جب کبھی بازوئے مظلوماں اُٹھے پھر دیکھنا
اس نئی تہذیب کی توپوں کا طیاروں کا حال

آج زرداروں کے ہاں مزدور کی پرسش نہیں
وقت پر مزدور خود پوچھیگا زرداروں کا حال

اے خدا تو جانتا ہے تجھ سے پوشیدہ نہیں
تیرے بندوں کا ترے سچے پرستاروں کا حال

محمد مصطفیٰ صاحب ندوی کچھوچھوی المتخلص بہ مداح و احمق

غم آزمیں مرنا شہادت اسکو کہتے ہیں
میاں پاک ہو دفن جنت اسکو کہتے ہیں

عبادت نام ہے صاحب کے آگے سر جھکانیکا
وفاداری کا دم بھرنا ریاضت اسکو کہتے ہیں

پئیں خود شیخ صاحب اور ہمکو منع فرمائیں
نصیحت غیر را خود را فضیحت اسکو کہتے ہیں

دلوں میں اب نہیں احساس آزادی کی عزت کا
غلامی اور محکومی کی ذلت اسکو کہتے ہیں

یہ کیا معلوم تھا ہیں وہ عدو کیساتھ خلوت میں
میں جا پہنچا وہاں ناگاہ شامت اسکو کہتے ہیں

اٹھانا ذلتیں بہبود ملک و قوم کی خاطر
حقیقی شان یہ ہے اصل عزت اسکو کہتے ہیں

نہ چھوڑا ساتھ دردِ عشق نے بیمار اُلفت کا
تعلق نام ہے اسکا رفاقت اسکو کہتے ہیں

مٹا یا جب اُنہوں نے ہمکو ہم کچھ اور اُبھر آئے
اُسے کہتے ہیں کوشش اور مشیت اسکو کہتے ہیں

جناب مالوی ڈلوا رہے ہیں تفرقے باہم
بھلا یہ ملک کی خدمت ہے خدمت اسکو کہتے ہیں

عدو بھی خوش گیا ہم بھی وہاں سے شادماں آئے
رہے محروم دونوں قابلیت اسکو کہتے ہیں

پہننا کوٹ و پتلوں اور جانا تھرڈ واٹر میں
شریعت اسکو کہتے ہیں طریقت اسکو کہتے ہیں

اُدھر اسٹیج قومی پر اِدھر صاحب کے بنگلے پر
جناب شیخ بیچ یہ ہے کرامت اسکو کہتے ہیں

سنے کچھ پر معانی شعر احمق کے تو فرمایا
کہ دانائی ہے پھر کیا؟ گر حماقت اسکو کہتے ہیں

مولوی محمد مصطفےٰ خان۔ المتخلص بہ مداح و احمق

زمانہ ہو گیا مدہوش یک چشمی دلبر سے
تماشا ہے چھلکی محفل کی محفل ایک ساغر سے

صلا اچھا ملا ہمکو وفائے سیمگر سے
نکلنا بھی ہے مشکل ایکبو چوبیں کے در سے

جسے کہتے ہیں آزادی خوشامد سے نہیں ملتی
لکھا ہے لکھنے والے نے یہ جملہ نوک خنجر سے

ہوائے سر میں سودائی صفت پھرنا ہوں سرگرداں
جو سر جائے تو شاید جائے یہ سودا بیسر سر سے

کوئی آساں نہیں ناداں قطعِ راہِ حریّت
یہ وہ منزل ہے جسمیں جان والے جاتے ہیں سر سے

تباہی ہندیوں کی صرف کپڑے کی بدولت ہے
یہ نقصاں آتے ہیں یا آتے ہیں گولے مانچسٹر سے

وہی میں تھا کہ میری آنریبلی کی سفارش تھی
وہی میں ہوں کہ مجھکو مارتے ہیں آج ٹھوکر سے

لڑا دے جرمنی یورپ کو تو اسطرح آپس میں
لڑاتا ہے قلندر جسطرح بندر کو بندر سے

فلک پر جا کے آتی ہیں زمیں پر بجلیاں بنکر
وہ آہیں جو نکلتی ہیں دلِ بیتاب مضطر سے

غلامی کی نجاست پاک کرنی ہے اگر احمق ؂
تو دھونے چاہئیں تجھکو یہ دھبّے آبِ خنجر سے

ولہ ایضاً

فرقت میں دل جیسا ہمدم بھی اپنا غمخوار نہیں
سچ تو یہ ہے وقت پڑے احمق کوئی کسی کا یار نہیں

غیر کی قوت پر ہے بھروسا جبن ناداں کو دنیا میں
ہرگز اک لمحے کیلئے بھی جینے کا حقدار نہیں

تیری باتیں تیری گھاتیں تیری چالیں اے انگلینڈ
تجھ سے زیادہ شاید کوئی دنیا میں عیّار نہیں

پہلی فنا کی منزل ہے بعد اسکے بقا کا درجہ ہے
جینے کا وہ نام نہ لے جو مرنے کو تیار نہیں

ہند کی دولت لٹتی ہے اور ہندوستانی سوتے ہیں
گھر میں ڈاکا پڑتا ہے اور گھر والے ہشیار نہیں

آپ ہی اپنے اعزاز و خطابات اپنے گھر میں رکھ چھوڑیں
مجھکو یہ لعنت کے پٹے گردن میں درکار نہیں

دشمن بھی حالت پہ ہماری روتے ہیں آہ وائے غضب
آج کوئی عالم میں ہمسا مجبور و ناچار نہیں

قوم کی عزت عزت ہے اک فرد کی عزت کیا شئے ہے
خان بہادر کی عزت کے قائل ہم زنہار نہیں

پمپ چلائیں گر کھینچیں چکی پیسیں مونج بٹیں
کوئی مشقت ہو آئے جھمک جیل میں ہمکو عار نہیں

قوم کی راہ میں سر دیکے جو قربان نہ ہوا ؂
مضغۂ گوشت ہوا وہ تو بھر انسان نہ ہوا

دعوئ حبّ وطن تیرے لئے ہے بے سود — تار کھدر کا اگر مثلِ رگِ جاں نہ ہوا
اسکی قسمت میں نہیں لطفِ حیاتِ ابدی — جو دل و جان سے اسلام پہ قربان نہ ہوا
بے حیائی کے تو جینے سے ہے مرنا بہتر — جسکی عزّت نہ ہو دنیا میں وہ انسان نہ ہوا
دل وہ دل ہی نہیں جس دل میں نہ ہو دردِ وطن — سر وہ سر ہی نہیں جو قوم پہ قربان نہ ہوا
اسنے سمجھا ہی نہیں حبِ وطن کیا شئے ہے — جیل میں آ کے جو سرکار کا مہمان نہ ہوا
صلۂ قوم فروشی کی تمنّا ہی رہی — مر مٹا شیخ خوشامد میں مگر خان نہ ہوا
مجھکو حیرت ہے ترے دور میں آ عہدِ صلیب — کیوں ابھی آرڈرِ ضبطیٔ قرآں نہ ہوا
جیل خانے کے چنے جسنے کبھی چاب لئے — پھر وہ صاحب سے مٹن چاپ کا خواہاں نہ ہوا

مر گیا موت سے پہلے ہی شبِ ہجر احمق
ملک الموت کا شرمندۂ احساں نہ ہوا

شہیدِ وطن پنڈت رام پرشاد تخلّص بسملؔ

سرفروشی کی تمنّا اب ہمارے دل میں ہے — دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
رہرو راہ محبت رک نہ جانا راہ میں — لذّتِ صحرا نوردی دوریٔ منزل میں ہے
آج پھر مقتل میں قاتل کہہ رہا ہے بار بار — کیا تمنّائے شہادت بھی کسی کے دل میں ہے
اے شہیدِ ملک و ملّت میں ترے اوپر نثار — اب تری ہمت کا چرچا غیر کی محفل میں ہے
وقت آنے دے بتا دینگے تجھے اے آسمان — ہم ابھی سے کیا بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے

اب نہ پہلے ولولے ہیں اور نہ ارمانوں کی بھیڑ
صرف مٹ جانے کی اک حسرت دلِ بسملؔ میں ہے

کراچی کے مُسلمان

کر دیا ہے خواب غفلت نے پریشاں آجکل
عیش و عشرت پر فدا ہیں یہ مُسلماں آجکل

دین خطرہ میں ہے لیکن انکو کچھ خطرہ نہیں
جسکے دل میں غم ہو دریا کا یہ وہ قطرہ نہیں

یہ کراچی کے مسلماں شاد ہیں مغرور ہیں
اپنے دولت خانوں میں آباد ہیں مسرور ہیں

کہتے ہیں وہ ہم شریعت کی حمایت کیوں کریں
حاکمانِ وقت سے ناحق بغاوت کیوں کریں

لکھ پتی ہو کر سب اپنا گھر لٹائیں ہم چہ خوش
دولت و جاگیر و مال و زر لٹائیں ہم چہ خوش

ہم کریں اسلام کی امداد یہ اچھی کہی ؛
اپنے ہاتھوں آپ ہوں برباد یہ اچھی کہی

یہ مُسلمانی ہے اور ایسے مسلماں ہیں یہاں
اُف یہ کیسا ملک ہے کیسے مسلماں ہیں یہاں

ان کو کیا اسلام کا غم ہیں یہ اصحابِ نشاط
انکی بزم عیش کی زینت ہیں اربابِ نشاط

انکے کانوں کو بہت مرغوب ہے طبلہ کی تھاپ
کھینچتی ہے انکا دل دلکش طوائف کی الاپ

شرک و بدعت انکو جائز مے کشی انکو حلال
دین نالاں ہے کہ مجھکو کر رہے ہیں پائمال

سینکڑوں کرکٹ میں دینے کیلئے تیار ہیں
ہاں مگر قومی ضرورت کیلئے لاچار ہیں

کردیا دولت نے انکے دین و ایماں کو خراب
تین چیزیں انکو پیاری ہیں جُوا رنڈی شراب

کہہ رہی ہے شامتِ اعمال اے مستانِ عیش
ہے تباہی لانیوالا تم پہ یہ سامانِ عیش ؛

قلزمِ قہرِ الٰہی آنہ جائے جوش میں
چھوڑدو بدمستیاں آجاؤ اب تم ہوش میں

ہے خدا تم سے خفا اُٹھو خدا کو خوش کرو
حامئ دیں بنکے روحِ مصطفےٰ کو خوش کرو

وقف کردو اپنی دولت کو شریعت کیلئے
باندھ لو جلدی کمر مذہب کی خدمت کیلئے
دینِ حق پر آج اگر دولت نہ کی تمنے نثار ؛
تم بھی کل ہو جاؤگے قہرِ الٰہی کا شکار

ازعثمان حامد کوئیٹہ والا

فیشن پرست

خدمتِ ملت میں محوِ کار رہنے دیجئے
اب غلامی کے نونسبن انو کار رہنے دیجئے
مغربی فیشن مبارک آپکو ہو ایجناب
مجھکو ہندوستان کا گنوار رہنے دیجئے
کیجئے حضرت خوشی سے زیبِ تن یورپ کا مال
مجھکو کھدر ہی میں بس سرشار رہنے دیجئے
بوٹ یورپ کا تمہارے پاؤں کی رونق رہے
میرے پیروں چپلی و پیزار رہنے دیجئے
یورپی ہیٹلوں سے جاکر آپ اُلفت کیجئے
اُمتِ احمد سے میرا پیار رہنے دیجئے
آپ یورپ کی زباں میں خوب گٹ پٹ کیجئے
میرے لب پر دیس کی گفتار رہنے دیجئے
ہو مبارک آپکو گرجا کی پریوں کا وصال
مجھکو مسجد ہی میں بس سرشار رہنے دیجئے
آپ جاکر کیجئے پیرس کے بازاروں کی سیر
مجھکو جنت کی ہوس میں خوار رہنے دیجئے
آپ جاکر دستِ مِس سے پی جئے جامِ شراب
اور مجھے خوفِ خدا میں یار رہنے دیجئے
لوٹیے گا لیڈیوں کی مسکراہٹ کے مزے
ولیرا ور مسلم سے میرا پیار رہنے دیجئے
آپ یورپ کے اصولوں پر فدا ہوتے رہیں
اور شریعت کا مجھے غمخوار رہنے دیجئے
دولت و حشمت پہ لندن کے سدا شاکر رہو
میرا رازق واحد القہار رہنے دیجئے ؛

سرمایہ دار

کیجئے حضرت خوشامد مالداروں کی سدا / ایسی باتوں سے مجھے ہے عار رہنے دیجئے

آپ پیدا کیجئے زردار سے گو رسم و راہ / قوم میں مجھکو ذلیل و خوار رہنے دیجئے

آپ جا کر کیجئے بیوپار کی کوشش مگر / قوم کی خاطر مجھے بیکار رہنے دیجئے

جایئے حضرت ہوا بندر پہ ہر اتوار کو / اور مسجد کے در و دیوار رہنے دیجئے

آپ کوٹھی پر کسی سے مل کے عزت لیجئے / مجھکو ٹوٹے جھونپڑے میں خوار رہنے دیجئے

کھل گیا ہم پر بہت ہیں آپ قومی خیر خواہ / خیر خواہی کا یہ سب اظہار رہنے دیجئے

دولت و دنیا کی مے پیکر ہوئے غافل جناب / بس مجھے بے مے پئے سرشار رہنے دیجئے

کیجئے خود اپنے اعمالوں کا اے صاحب علاج / قوم کے بیمار کو بیمار رہنے دیجئے

چشم بد دور آپکی نظروں میں ہے موج عتاب / ہے ہمارا بھی خدا اے یار رہنے دیجئے

بدعتی ملان

شرک و بدعت کے یہ ٹھیکیدار رہنے دیجئے / مسلموں سے دور یہ دیندار رہنے دیجئے

بدعتی ملاں نہ آئینگے کبھی میدان میں / انکو حجروں میں ہی محو کار رہنے دیجئے

انکی عیاری نہایت قابل تعریف ہے / انکو محو جبہ و دستار رہنے دیجئے

کس ادائے دلربایانہ سے یہ کرتے ہیں وعظ / منگھڑت قصوں کے یہ انبار رہنے دیجئے

شرک و بدعت کو مٹائینگے موحد ایک دن / اب یہ اپنی توبہ استغفار رہنے دیجئے

جنگ آزادی

پُرامن جنگی تیاری ہو رہی ہے ہند میں / اب حکومت کے یہ سب ہتھیار رہنے دیجئے

ہم غلاموں کیطرح برٹش سے کیوں دبکر رہیں — ایسی خواہش کو سمندر پار رہنے دیجیے

ملکے باہم کیجیے آزاد اپنے دیس کو — مسلم و ہندو کی اب تکرار رہنے دیجیے

دیجیے ہر قوم کو انصاف سے انکے حقوق — جھوٹے وعدے چھوڑیے اقرار رہنے دیجیے

پر امن خنگی طریقہ ہے ابھی تک ہند میں — مہاتما جی اب تو یہ رفتار رہنے دیجیے

کردو مستثنیٰ مسلمانوں کو ساردا ایکٹ سے — ضد پرانی چھوڑیے تکرار رہنے دیجیے

چھوڑنے کے ہم نہیں جب تک نہ آزادی ملے — راؤنڈ ٹیبل کی یہ سب گفتار رہنے دیجیے

اب ضرورت ہی نہیں برطانیہ کی ہند میں — مفت کا احسان وہ انکا پیار رہنے دیجیے

نوجوانو جس قدر ممکن ہو قربانی کرو — گر حکومت ہے پئے آزار رہنے دیجیے

لیجیے مت نام انگریزوں کا میرے سامنے — ایسی لعنت کو میری سرکار رہنے دیجیے

ذکر ملک و قوم پر اک یار نے مجھسے کہا

اب تو بس عثمان یہ اظہار رہنے دیجیے

قوم مسلم کا میں شکوہ کروں منظور نہیں — یہ میری خو نہیں عادت نہیں دستور نہیں

ظلم اس قوم پہ اپنے ہی بزرگوں نے کیا — ظلم کو دیکھ کے خاموش بھی منظور نہیں

وقت آنے دو بتا دینگے کہ کیا ہے دل میں — یاد رکھیئے وہ زمانہ بھی کوئی دور نہیں

چشم باطن سے کوئی دیکھنے والا دیکھے — حالت قوم کو شہ رگ سے کوئی دور نہیں

ہمنے مانا کہ اگر زر پہ وہ مغرور نہیں — ملنا غربا سے اسے کسلیئے منظور نہیں

دیکھنے والی نگاہوں نے نہیں دیکھ لیا — لاکھ کوشش ہو مگر پھر بھی وہ اب نور نہیں

التجا رحم کی جب کی تو یہ بولے بے رحم — زر پرستی میں کبھی رحم کا دستور نہیں

CHUGHTAI PUBLIC LIBRARY
ACC. NO.
DATE: 21/1/18
LAHORE

جسقدر ہم کو ستاتا ہو ستالو صاحب
شکوۂ ظلم کروں یہ مرا دستور نہیں

امتحاں دونوں کی غیرت کا ابھی ہو جائے
ہم بھی کچھ دور نہیں آپ بھی کچھ دور نہیں

کیا بنائیگا بگاڑیگا جو دشمن مجھ سے
اسکی طاقت نہیں ہمت نہیں مقدور نہیں

صدمۂ قوم رہا یونہی اگر اے یارو!
عدم آباد پھر اپنے لیے کچھ دور نہیں

کون لیگا ترے مرنے پہ ترا نام عثمان
تو مجاہد نہیں غازی نہیں غیور نہیں

از عثمان جام
ہ عثمانیہ ۱۹۴۷ء

از مولانا محمد علی صاحب جوہر

بے خوف غیر دل کی اگر ترجماں نہ ہو
بہتر ہے اس سے یہ کہ سرے سے زباں نہ ہو

ہوں بے ہراس یہ مجھے رکھیں کسی جگہ
ڈر ہو وہاں کہ تیری حکومت جہاں نہ ہو

اک تو جو مہرباں ہو تو ہر اک ہو مہرباں
اور یوں نہ ہو بلا سے کوئی مہرباں نہ ہو

ہم کو تو ایک تجھ سے دو عالم میں ہے غرض
سب بدگماں ہوا کریں تو بدگماں نہ ہو

کرنا ہی تھا حرام تو پھر وعدہ کس لئے
یہ کیا کہ مے حلال وہاں ہو یہاں نہ ہو

ہمت نہ ہار دے کوئی منزل کے سامنے
پروردگار یوں بھی کوئی ناتواں نہ ہو

جوہر اس ایک دل کیلئے اتنے مشغلے
کی ہے خدا کی چاہ تو عشق بتاں نہ ہو

از مولانا ظفر علیخان صاحب

گر ہماری طرح تم بھی غیر کے محکوم ہو
پھر ذرا تم کو بھی قدر عافیت معلوم ہو

ظلم کو انصاف کہہ لینا تو آساں ہے مگر
قائل اس منطق کے ہم جب ہوں کہ تم مظلوم ہو